قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

بدھ 26/ اگست 2020ء | 06/ محرم الحرام 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:204

فرمانِ رسول ﷺ

عَنۡ أَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: ”لَا يُؤۡمِنُ أَحَدُكُمۡ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيۡهِ مِنۡ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجۡمَعِينَ“۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان بَابُ وُجُوبِ مَحَبَّةِ رَسُولِ اللهِ صلّی الله عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اسے اس کی اولاد اور اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

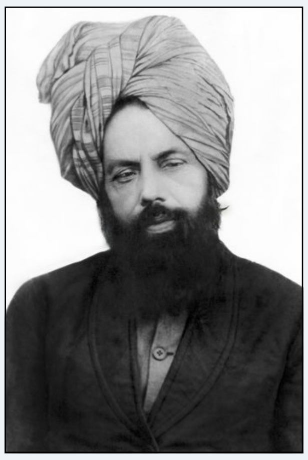

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا

”مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہُنر سے اِس نعمت سے کامل حصّہ پایا ہے جو مُجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا۔ اُس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پَیروی اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصّہ پا سکتا ہے۔ اور مَیں اِس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پَیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلبِ سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذّت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے ایک مصفّٰی اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلبِ سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:32) یعنی اُن کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پَیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے بلکہ یکطرفہ محبت کا دعویٰ بالکل ایک جھوٹ اور لاف و گزاف ہے۔ جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔ تب زمین پر اُس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اُس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوّتِ جذب اُس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اُس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اُس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب ایک انسان سچے دل سے خدا سے محبت کرتا ہے اور تمام دنیا پر اس کو اختیار کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی عظمت اور وجاہت اُس کے دل میں باقی نہیں رہتی بلکہ سب کو ایک مَرے ہوئے کیڑے سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ تب خدا جو اُس کے دل کو دیکھتا ہے ایک بھاری تجلّی کے ساتھ اُس پر نازل ہوتا ہے اور جس طرح ایک صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل پر رکھا گیا ہے آفتاب کا عکس ایسے پورے طور پر پڑتا ہے کہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی آفتاب جو آسمان پر ہے اس آئینہ میں بھی موجود ہے۔ ایسا ہی خدا ایسے دل پر اُترتا ہے اور اُس کے دل کو اپنا عرش بنا لیتا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔“

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64-65)

ارشاد باری تعالیٰ

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔

(آل عمران:32)

ترجمہ: تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے بارے میں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ سنہری حروف میں لکھا جانے والا بیان ہے کہ ”کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن“ (مسند امام احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 305 حدیث 25816 مسند عائشہؓ مطبوعہ عالم الکتب العلمیۃ بیروت 1998ء) کہ آپ کی سیرت اور آپ کے معمولات کا پتہ کرنا ہے تو قرآن کریم آپ کی سیرت کی تفصیل ہے اسے پڑھو۔ اور یہ نمونے آپ نے اس لئے قائم فرمائے کہ آپ کو ماننے والے مومن اس پر عمل کریں۔ صرف نعرے لگانے کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ میرے سے حقیقی تعلق صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے قائم نہیں ہو گا بلکہ میری محبت کو حاصل کرنا ہے تو پھر میرے محبوب رسول کی پیروی کرو۔ اس کے اُسوہ کو اپناؤ تو میرے پیارے بن جاؤ گے۔ تمہیں وہ مقام مل جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی قربت کا مقام ہے ورنہ تمہارے نعرے کھوکھلے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (آل عمران:32) کہ تُو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرے اس کا یہی حال ہوتا ہے جو آجکل کے مسلمانوں کا ہے۔ علماء جن کو عامّۃ المسلمین عام طور پر اللہ تعالیٰ کا پیارا سمجھتے ہیں، اس کے قریب سمجھتے ہیں، وہ سب سے زیادہ دنیا میں فساد پیدا کر رہے ہیں۔ اب تو خود پاکستان میں بعض تجزیہ نگار اور کالم نویس اخباروں میں بھی لکھنے لگ گئے ہیں، دوسرے میڈیا پر بھی کہنے لگ گئے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ حالت ان نام نہاد علماء نے ایسی کر دی ہے۔ پس اس وقت مسلمان علماء کی عمومی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی قرآن اور سنت کی حقیقت بتانے والا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق بھیج دیا ہے۔ لیکن علماء نہ خود اس کی بات سننا چاہتے ہیں، نہ عوام کو سننے دیتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کے خلاف کفر کے فتوے دے کر ایک عمومی خوف و ہراس اور فتنہ و فساد کی صورت پیدا کر دی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 20 اکتوبر 2017ء بمطابق 20 اخاء 1396 ہجری شمسی، بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے)

اس شمارہ میں

- تقویٰ کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں
- تو اپنے عہد کا مسند نشیں ہے (منظوم)
- کووڈ 19 میں اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لئے گھریلو باغبانی
- محترم چوہدری محمد اکرام اللہ صاحب (آف ملتان)

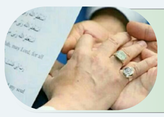

دربارِ خلافت

تقویٰ کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کسی نے اعتراض کیا اور حضرت خلیفہ اوّل سے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پلاؤ بھی کھا لیتے ہیں؟ اعتراض کرنے والے نے کہا سنا ہے مرزا صاحب پلاؤ کھاتے ہیں؟ حضرت خلیفہ اوّل نے کہا کہ میں نے تو کہیں نہیں پڑھا، نہ قرآن میں نہ حدیث میں کہ اچھا کھانا کھانا نبیوں کو جائز نہیں۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ (غیر مطبوعہ) جلد 5 صفحہ 48 روایات حضرت نظام الدین صاحب ٹیلرؓ)۔ کھاتے ہیں تو کیا ہو گیا۔ تو اس قسم کے بھی لوگوں کے اعتراض ہوتے رہتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف کڑوے کھانے کھانا ہی بڑی بزرگی ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اسی سنّت پہ ہمیں چلنا چاہئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے پیش فرمائی۔ آپ نے ایک صحابی کو فرمایا تھا میں اچھا کھانا بھی کھاتا ہوں۔ میں اچھے کپڑے بھی پہنتا ہوں۔ میں نے شادیاں بھی کی ہیں۔ میری اولاد بھی ہے۔ میں سوتا بھی ہوں۔ میں عبادت بھی کرتا ہوں۔ پس یہ میری سنت ہے جس پر تمہیں چلنا چاہئے۔

(تفسیر الدر المنثور جلد 3 صفحہ 131 تفسیر سورۃ المائدۃ 78 تا 88 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء)

بہرحال آگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انبیاء کا یہ دستور نہ تھا کہ اس میں ہی منہمک ہو جاتے۔'' (یعنی دنیاوی چیزوں میں منہمک نہیں ہوتے۔)

''انہماک بیشک ایک زہر ہے۔ ایک بدقماش آدمی جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کھاتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک صالح بھی کرے تو خدا کی راہیں اس پر نہیں کھلتیں۔'' (ایک بدقماش آدمی تو دنیاوی نظر سے کھاتا پیتا اور وہ دنیا داری کے سب کام کر رہا ہوتا ہے لیکن ایک صالح آدمی نہیں۔ اگر وہ اس طرح کرے گا تو پھر خدا کی راہیں اس پہ نہیں کھلیں گی۔) فرمایا کہ ''جو خدا کے لئے قدم اٹھاتا ہے خدا کو ضرور اس کا پاس ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِعۡدِلُوۡا ھُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی (المائدۃ:9)'' فرمایا کہ ''تنعّم اور کھانے پینے میں بھی اعتدال کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ صرف یہی گناہ نہیں ہے کہ انسان زنا نہ کرے۔ چوری نہ کرے۔ بلکہ جائز امور میں حد اعتدال سے نہ بڑھے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 375۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

جو جائز چیزیں ہیں ان میں اعتدال رکھنا یہ بھی تقویٰ ہے اور یہ بھی نیکی ہے۔ اپنی تعلیم کے اس حصہ کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ حُکّام کے ساتھ نیکی کیا ہے؟ اور عام تعلقات اور جو عزیزوں سے تعلقات ہیں اس میں نیکی کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ ''ہماری تعلیم تو یہ ہے کہ سب سے نیک سلوک کرو۔ حُکّام کی سچی اطاعت کرنی چاہئے کیونکہ وہ حفاظت کرتے ہیں۔'' (حکومت اور گورنمنٹ کی بھی اطاعت کرنی چاہئے کیونکہ وہ اپنے شہریوں کے صحیح طرح فرائض ادا کر رہے ہیں۔) فرمایا کہ ''جان اور مال ان کے ذریعہ امن میں ہیں اور برادری کے ساتھ بھی نیک سلوک اور برتاؤ کرنا چاہئے کیونکہ برادری کے بھی حقوق ہیں۔'' فرمایا ''البتہ جو متقی نہیں اور بدعات و شرک میں گرفتار ہیں اور ہمارے مخالف ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔'' (نیک برتاؤ کرنا ہے کرو۔ لیکن نیکی کا یہ مطلب نہیں کہ جو ہمارے مخالف ہیں اور ہمارے پہ فتوے لگانے والے ہیں، بدعات میں گرفتار ہیں ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے لگ جاؤ۔ وہ نہیں پڑھنیں۔) فرمایا کہ ''تاہم ان سے نیک سلوک کرنا ضرور چاہئے۔'' (لیکن نیک سلوک ان سے بہرحال کرنا ہے۔ جتنے مرضی ہمارے بقیہ صفحہ 8 پر

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ رَحۡمَتَكَ اَرۡجُوۡفَلَا تَکِلۡنِیۡ اِلٰی نَفۡسِیۡ طُرۡفَةَ عَیۡنٍ وَّ اَصۡلِحۡ لِیۡ شَانِیۡ کُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ

(ابوداؤد)

ترجمہ: ''اے اللہ تعالیٰ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پس تو ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ کرنا۔ اور میرے سارے کام سنوار دینا۔ تیرے سِوا کوئی معبود نہیں۔''

یہ پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پریشانی اور بے قراری کے وقت کی جامع دعا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مصیبت زدہ کو یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

اس زمانے کے حَکم اور عَدل حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں دعاؤں کے خزائن عطا فرمائے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں

خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہو گا دعا ہی کے ذریعہ سے ہو گا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 36)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

تو اپنے عہد کا مسند نشیں ہے

تو اپنے عہد کا مسند نشیں ہے
تو سچّا ہے تو سُچّا ہے حسیں ہے
زمانے میں کہاں تجھ سا حسیں ہے
نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں ہے
جہاں تو ہے مرا دل بھی وہیں ہے
وہیں پر ہے، وہیں پر ہے، وہیں ہے
ترے اجداد اِک دوجے سے بڑھ کر
کہ تو خود بھی یکے از کاملیں ہے
ترے رخ سے اجالا ہے جہاں میں
کہ تو اس عہد کا ماہِ مبیں ہے
ترے ہمراہ ہے سچّی جماعت
کہ تو سچّوں کا آقا ہے امیں ہے
فقط تو قافلہ سالار ہے آج
مرا ایمان ہے، میرا یقیں ہے
بتاؤں کس طرح خلقِ خدا کو
کہ تو اس عہد کا حِصنِ حصیں ہے
تری دہلیز ہے اور میں ہوں پیارے
مرا جینا، مرا مرنا، یہیں ہے
عجب کیا وقت کی رفتار رک جائے
مگر ایسا کبھی ہوتا نہیں ہے
مجھے خطرہ اگر ہے تو اسی سے
تکلّف کا جو مارِ آستیں ہے
یہ مٹّی مجھ کو کھا جائے گی آخر
کہ میں اس کا ہوں یہ میری نہیں ہے
تو اس کے پاؤں کی ہے خاک مضطرؔ
بچھڑ کر جس سے دنیا ہے نہ دیں ہے

(چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی)
اشکوں کے چراغ ایڈیشن سوم صفحہ 601-602)

اداریہ

کووڈ 19 میں اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لئے گھریلو باغبانی (Home Gardening)

جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہوا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح ہر اہم موڑ پر جماعت کو تعلیمی، تربیتی اور اللہ کی حفاظت میں رہنے کے اہم گر اور Tips گاہے بگاہے دیتے رہتے ہیں۔ ابھی Covid 19 کے آغاز پر پیارے حضور نے خطبات اور پیغامات میں جماعت کے لئے رہنما اصول وضع فرمائے۔ جن پر تعمیل سے ہم احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے الا ماشاءاللہ محفوظ و مامون ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا بھر میں پھیلے احمدیوں کو ہر آن اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

پیارے حضور کے ان رہنما اصولوں کی روشنی میں Covid 19 کے حوالہ سے 5-6 آرٹیکلز لکھ چکا ہوں۔ ان میں سے ایک گھروں میں اپنی کیاریوں کی درستگی اور پھل و سبزیاں لگانا و اگانا تھا۔ میرے اس آرٹیکل پر امریکہ سے محترمہ امۃ الباری ناصر نے مجھے یہ میسج بھیجا کہ آج تو آرٹیکل میں آپ نے میرا اور میرے گھر کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اخبار الفضل کے بہت سے قارئین کا مطالبہ تھا کہ گھریلو باغبانی کی کچھ Tips بھی تو بتائیں تا کہ ہم Covid 19 میں نہ صرف اپنے آپ کو مصروف رکھ سکیں بلکہ اپنے گھروں کو سر سبز و شاداب بنالیں۔

اس سلسلہ میں مَیں سوچتا رہا کہ میں کوئی باغبان تو نہیں کہ میں ان کی رہنمائی کر سکوں۔ لیکن ارد گرد نرسریوں سے معلومات بھی لیتا رہا۔ کچھ کتب کا بھی مطالعہ کیا مگر حوصلہ کا فقدان رہا۔ ابھی دو تین روز قبل میرے ایک دوست اور کلاس فیلو مکرم منیر احمد چوہدری نے امریکہ سے اپنے گھر کی سبزیوں کی تصاویر بھجوا کر لکھا کہ ''گھر کی سبزیاں۔ Thanks to cronavirus''۔ تب مجھے حوصلہ ملا کہ اپنی معلومات کو قارئین کرام سے share کروں۔

خاکسار نے اس موضوع کو نہایت اختصار کے ساتھ اپنی ایک تصنیف ''مشترکہ خاندانی نظام اور اس کا تجزیاتی مطالعہ'' میں ذکر کیا ہے کہ کس طرح گھروں میں پودا پروان چڑھتا ہے اور نو بیاہتی دلہن کو بھی Transplant کے ذریعہ دوسرے گھر میں منتقل کیا جاتا ہے پھر اس کی اسی طرح دیکھ بھال کرنی ہوتی ہے جس طرح ایک عام پودے کی۔

پودوں اور سبزیوں سے جہاں گھر خوبصورت لگتے ہیں وہاں یہ سرسبزی خود باغبان پر اور اس گھر میں بسنے والوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ آنکھوں کو اگر تروتازہ رکھنا چاہتے ہو تو چند منٹ سبزے کی طرف دیکھ لیا کرو۔ میں نے بارہا یہ تجربہ کیا ہے کہ لکھنے پڑھنے سے ذرا آنکھیں بوجھل ہوتی ہیں تو چند منٹ سبزے کو دیکھ کر از سر نو تازگی نصیب ہوتی ہے اور کام دوبارہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ باغبانی کا شوق رکھنے والے انسان کا دل اول تو نرم ہوتا ہے اور دوسروں کا زیادہ خیال رکھتا ہے اور دوم اکتاہٹ کا شکار کم ہوتا اور پریشان نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ گھریلو باغبانی نہ صرف صحت کے لئے مفید ہے بلکہ اس سے ورزش بھی ہو جاتی ہے۔

جہاں تک گھریلو باغبانی کا تعلق ہے۔ اس کے لیے مناسب زمین کا چناؤ بہت ضروری ہے۔ ویسے تو دنیا بھر میں ہر گھر میں کچھ نہ کچھ زمین باغبانی کے لیے میسر ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن جس تیزی کے ساتھ دنیا میں آبادی پھیل رہی ہے اور مکانیت سکڑ رہی ہے وہاں لوگوں نے چھتوں پر باغبانی شروع کر دی ہے۔ بڑے بڑے گملوں میں باغبانی کا آغاز کر دیا ہے۔ کیونکہ صحت کے حوالے سے کھاد اور فیکٹریوں کے زہریلے پانی سے بڑھنے والی سبزیوں سے لوگ نجات چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے زمین کو نرم اور ہموار کریں۔ یہاں یورپ میں تو نرسریوں اور بڑے بڑے سپر اسٹورز سے نرم مٹی یعنی بھل اور کھاد وغیرہ با آسانی میسر ہوتی ہے اور یہاں کی حکومتیں بھی باغبانی کے لئے encourage کرتی ہیں اور قریباً ہر شہر کے نواح میں یا بڑے شہروں کے اندر خالی جگہوں کی پلاٹ بندی کر کے سال بھر کے لیے معمولی کرایہ پر جگہ مہیا کر دیتی ہیں تا کہ آپ اپنا وقت بھی مصروف رکھیں اور گھر کی سبزیوں سے بھی Enjoy کریں۔

موسم کے مطابق بیج خرید کر Garden کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے اور ہر سبزی کو الگ سے لگایا جائے کیونکہ بعض سبزیاں یا پودے زیادہ پانی لیتے ہیں اور بعض کم لہٰذا اسی مناسبت سے کیاریاں بنائی جائیں۔ مناسب پانی دیا جائے۔ گوڈی وقت پر کی جائے۔ 15-20 دن کے بعد گوڈی کر دی جائے تو بہت بہتر رہتا ہے۔ گوڈی کے بعد دو روز تک پانی نہ دیا جائے تا پودے کی جڑیں بھی آکسیجن اور دوسری گیسز حاصل کر سکیں۔ گوڈی کے لئے گورمبا بھی بہتر رہے گا لیکن کوئی نوکیلی چیز جیسے چھری وغیرہ بہت بہتر ہے۔ پاکستان میں تو گھریلو باغبانی کے لئے درانتی بھی استعمال کی جاتی ہے۔

پانی مناسب ہو۔ نہ زیادہ اور نہ کم۔ جس طرح انسان اپنے پیٹ کی مناسبت سے کھانا کھاتا ہے۔ زیادہ کھا لے تو نقصان پہنچاتا ہے اور کم بھی۔ اسی طرح پودے کی غذا پانی میں ہے جو وقت پر مناسب مقدار میں دیا جائے۔

کھاد کا استعمال

ویسے تو سبزیاں اُگانے سے قبل زمین میں کھاد کو ملا کر پانی دے دینا چاہیے۔ گوبر کی کھاد بہت عمدہ ہے اور گھریلو باغبانی کے لئے اس سے بڑھ کر اچھی کوئی کھاد نہیں۔ سوکھے پتوں، سبزی اور پھلوں کے چھلکوں سے تیار شدہ کمپوسٹ کھاد پودوں کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے۔ کھاد کو پانی کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے کیونکہ یہ گرم ہوتی ہے اس لیے کھاد دے کر ساتھ ہی پانی دیا جائے۔ اگر کھاد گوڈی کر کے دی جائے تو نہلے پہ دہلے کا کام کرتی ہے۔ کیمیائی کھادوں سے اجتناب برتا جائے۔ اگر بوقت ضرورت دینی ہی پڑے تو بہت معمولی مقدار میں دینی چاہیے۔

سبزیوں اور پودوں کو مناسب دھوپ اور روشنی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے زمین کا چناؤ کرتے وقت یہ اہم پہلو مد نظر رہے۔ پھل کے لئے دھوپ کا ہونا ضروری ہے۔ دنیا بھر کے اکثر ممالک اور علاقوں میں پھل اور سبزیاں گرمی کے موسم میں ہوتے ہیں۔ پاکستان کا جائزہ لیں تو موسم گرما میں آنے والے پھلوں اور سبزیوں کی تعداد موسم سرما کی سبزیوں اور پھلوں کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے۔ گو آج کل مصنوعی طریق پر بے وقت اور بے موسم کے پھل اور سبزیاں دستیاب ہوتی ہیں مگر ذائقہ صرف ان پھلوں اور سبزیوں کا درست ہوتا ہے جو موسم کی ہوں۔ کہتے ہیں: **''پھل موسم دا تے گل ویلے دی ای چنگی ہوندی اے''**

الغرض بات ہو رہی تھی موسم کی شدت وحدت سے سبزیوں اور پھلوں کو بچایا جائے۔ موسم سرما میں آج کل پولیتھین کا استعمال مناسب رہتا ہے۔ پھر پودوں کی کٹائی، چھڑ وائی (Pruning) بھی بہت ضروری ہے۔ خشک ٹہنیاں کاٹتے رہیں۔ سوکھے پتے الگ کرتے رہیں اور زائد پانی کا اخراج جس کو Drainage System کہتے ہیں اس کا بھی خیال رہے۔

آخری بات جو خاکسار نے اپنی کتاب ''مشترکہ خاندانی نظام اور اس کا تجزیاتی مطالعہ'' میں بھی درج کی ہے اور اب یہ بات تحقیق سے بھی ثابت ہے کہ پودے باتیں کرتے ہیں اور آپ کی باتوں کا جواب دیتے ہیں۔ ان کو بے جان نہ سمجھیں بلکہ ان کی بڑھوتی اور خوبصورت ہونے پر ان کی تعریف کریں۔ ان کے قریب کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ان کو کچھ وقت دے کر باتیں کریں۔ وہ خوش ہوں گے۔ گوڈی کرتے وقت، جڑی بوٹیاں کاٹتے وقت باتیں کریں اور سب سے بڑی اور بہت ہی اچھی بات یہ ہے کہ ان پودوں پر پھل اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ پودوں کے قریب جا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں۔ اصل ''دیالو'' تو خدا ہے جو ہماری کوششوں، محنتوں اور کاوشوں کا پھل دیتا ہے۔

مادی پھلوں، پودوں اور سبزیوں کی بات اگر ہوئی ہے تو یہاں یہ بتادینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ **میں کشف میں ایک باغ لگا رہا ہوں اور میں اس باغ کا مالی مقرر ہوا ہوں** (تذکرہ صفحہ 674)۔ ایک اور کشف میں پیغمبر خدا ﷺ نے آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ **''یہ باغِ اسلام ہم تم کو دیتے ہیں''**

پھر الہام ہوا:

''شُد تُرا ایں برگ و بار و شیخ و شاب''

کہ یہ پھل، پھول اور بوڑھے اور جوان سب آپ کے ہی ہیں۔

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 653)

گویا جماعت احمدیہ ایک باغ کی طرح ہے اور احباب جماعت اس کے رنگ برنگے خوشنما، مختلف ذائقوں والے پھل ہیں۔ جس سے عالمگیر جماعت نہ صرف محظوظ ہو رہی ہے بلکہ یہ پھل جماعت کو تقویت پہنچا رہا ہے ہیں اور خلیفۃ المسیح، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اقتداء میں اس باغ کے باغبان ہیں جو گاہے بگاہے مختلف اصطلاحات، ارشادات کے ذریعہ اس باغ کی گوڈی کرتے اور مناسب پانی دیتے ہیں اور امراء، سیکرٹریان اور واقفین زندگی کی صورت میں جماعت کو مالی میسر ہیں جو جماعت کے باغیچے کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

ہمارے پیارے ابی جان

محترم چوہدری محمد اکرام اللہ صاحب (آف ملتان)

ابن محترم بابو اکبر علی صاحب مرحوم

(ڈاکٹر امتہ المجیب، صدر لجنہ لاس انجلیز ایسٹ، امریکہ)

ہمارے پیارے والد محترم چودھری محمد اکرام اللہ صاحب مرحوم (پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ملتان چھاؤنی) ابن محترم بابو اکبر علی صاحب مرحوم صحابی (سٹار ہوزری، قادیان) کی پیدائش 28 فروری 1933 کو پاکستان کے شہر روہڑی میں ہوئی۔ آپ کی وفات 80 سال کی عمر میں 5 فروری 2003ء کو دوبئی میں ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی تدفین 10 فروری 2003ء کو مقبرہ بہشتی ربوہ میں ہوئی۔ الحمدللہ۔

جماعتی خدمات

محترم والد صاحب کی پیدائش پہ ان کی والدہ محترمہ اقبال بیگم صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ انھوں نے پانی کی گھاگھر سر پہ اٹھائی ہے اور کہتی ہیں ’’میں باغ احمد کو پانی دینے جا رہی ہوں۔‘‘ محترمہ دادی جان صاحبہ نے اس کی تعبیر یہ کی کہ ’’آنے والا بچہ دین کی خدمت کرے گا، لیکن جماعت سے کبھی معاوضہ نہیں لے گا۔‘‘ محترم والد صاحب مرحوم نے ساری عمر اپنے آپ کو واقف زندگی سمجھا اور وقف کی روح سے ہی زندگی گذاری۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قائم کردہ فرقان فورس میں شامل ہو کر کشمیر کے محاذ پر جہاد میں شریک ہونے کی سعادت پائی۔ 1945ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے وقف تجارت کی تحریک فرمائی، جس کا مقصد تجارت کے ذریعہ دعوتی سنٹر قائم کرنا تھا۔ محترم والد صاحب نے اپنے آپ کو اس وقف کے لئے پیش کیا اور خدمت کی توفیق پائی۔ 1947ء میں جب آپ نے قادیان سے پاکستان ہجرت کی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کے لئے دو شہروں کو تجویز کیا: ملتان یا راولپنڈی۔ آپ ملتان تشریف لائے اور اپنی تجارت کا اجراء کیا، حضرت صاحب نے اس پر خوشنودگی کا اظہار فرمایا۔ محترم والد صاحب مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی منظوری سے جماعت احمدیہ ملتان چھاؤنی قائم کی اور یہاں دس سال تک بحیثیت پریذیڈنٹ جماعت خدمت انجام دی۔

1953ء میں احرار کے فتنہ کا مرکز ملتان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے فضل سے محترم والد صاحب کو نمایاں خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ اپنے تعلقات اور ذہانت سے مخالفین کی تمام پلاننگ کی پیشگی خبریں حاصل کرتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں فوری طور پر بھجواتے تھے۔ اس طرح جماعت کو بروقت احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں مدد ملتی۔ محترم والد صاحب انتہائی نڈر اور دلیر تھے۔ ملتان میں 1953ء کے فسادات کا گڑھ علاقہ حسین آگاہی تھا۔ یہاں چند احمدی گھرانے تھے جن کی خیریت جماعت کے لئے پریشانی کا باعث تھی۔ محترم والد صاحب نے اپنی فرقان فورس کی وردی بمعہ تمام میڈل پہنی اور بلاخوف حسین آگاہی پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ایسا رعب قائم کیا کہ کسی کو آپ کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ سب احمدی گھرانوں کو بحفاظت نکال لائے اور اپنے گھر میں پناہ دی۔ اس دوران آپ بے خطر اپنے گھر نماز جمعہ کا اہتمام کرتے رہے۔ ہماری والدہ صاحبہ مرحومہ بیان کرتی تھیں کہ احرار کا جلوس ہمارے گھر کے سامنے آتا تھا لیکن والد صاحب مرحوم بالکل نہ گھبراتے تھے، نہ ہی ان کی جماعتی کاوشوں میں اس وجہ سے کچھ فرق آیا۔ فسادات کے بعد محترم والد صاحب مرحوم، محترمہ والدہ صاحبہ کے ہمراہ ربوہ حضرت خلیفۃ الثانیؓ سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ ملاقات میں حضرت مصلح موعودؓ نے محترمہ والدہ صاحبہ کو مخاطب کر کے فرمایا ’’پہلے تم ہمیں بہت پیاری تھیں لیکن اب تمہارے میاں زیادہ پیارے ہیں۔‘‘ (محترمہ والدہ صاحبہ نے بچپن قادیان میں محترمہ صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ کے ساتھ گزارہ تھا۔ اکثر دارالمسیح میں رہنے کا اتفاق ہوا جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تربیت سے براہ راست مستفیذ ہوئیں۔ نکاح کے وقت والدہ صاحبہ کے والد صاحب کاروبار کے سلسلہ میں ہندوستان سے باہر تھے اس لئے والدہ صاحبہ کے نانا جان ولی کی حیثیت سے پیش ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نانا جان کے بجائے کمال شفقت سے از خود والدہ صاحبہ کے ولی بنے اور نکاح کا اعلان فرمایا۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت کے متعدد واقعات محترمہ والدہ صاحبہ سے سننے کا اتفاق ہوا۔)

محترم والد صاحب کی جماعتی خدمات کا تعلق عہدے سے منسلک نہ تھا۔ خدمت دین کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ ملتان میں ایک مقامی مسجد کی صدر انجمن احمدیہ کے نام رجسٹری کروانے میں جماعت کو بہت دقت پیش آ رہی تھی۔ والد صاحب نے اس نوعیت کا کام کبھی نہیں کیا تھا۔ جماعتی کام ہو اور وہ بھی مسجد کا، اسے کرنا تو آپ فرض اوّلین سمجھتے تھے۔ پہلے آپ نے رجسٹری کے بارے میں قانونی علم حاصل کیا اور پھر مکمل جانفشانی سے اس کام کو حل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کوششوں کو شرف قبولیت بخشا اور مدت کا پھنسا کام احسن رنگ میں حل ہو گیا اور رجسٹری صدر انجمن احمدیہ کے نام ہو گئی الحمد للہ۔ والد صاحب مرحوم نے رجسٹری کے کاغذات حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اکثر ذکر کرتے تھے کہ خدا کے گھر کی رجسٹری کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بچوں کے گھروں کی رجسٹری آسانی سے کروا دی۔ الحمد للہ۔

خلافت احمدیہ سے وابستگی

محترم والد صاحب مرحوم کا تعلق خلافت احمدیہ سے انتہائی ادب اور اطاعت شعاری کا تھا۔ خلیفۃ المسیح کا کوئی بھی ارشاد ہو اس پر فوری عمل کرتے اور حسب ضرورت افراد خانہ سے بھی عمل کرواتے۔ تقسیم ہند کے بعد قادیان سے پاکستان آنے پر والد صاحب مرحوم کو کویت میں ایک بہت اچھی ملازمت کی آفر ہوئی۔ والدہ صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ انھوں نے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے اجازت لینے کو کہا۔ آپ اس سلسلہ میں ربوہ تشریف لے گئے۔ آپ بیان کرتے تھے کہ حضورؓ اس وقت ٹہل رہے تھے۔ پہلے کچھ دیر خاموش رہے، پھر ہاتھ میں پکڑی سوٹی کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر کھڑے ہو گئے اور سنجیدگی سے فرمایا ’’ہم یہ بھی سوچتے ہیں کہ کچھ جوشیلے نوجوان یہاں بھی ہونے چاہیے ہیں۔‘‘ والد صاحب مرحوم بیان کرتے تھے کہ اس کے بعد ان کے دل میں کبھی باہر جانے کا خیال نہیں آیا۔

خلفائے وقت سے ملاقات کے لئے خود بھی باقاعدگی سے ربوہ جاتے اور

ہمیں بھی لے کر جانے کا اہتمام کرتے۔ جب خاکسار اور بھائی ایک ہی وقت میں لاہور ہوسٹلز میں زیر تعلیم تھے تو آپ خاص طور پر ملتان سے لاہور آکر ہمیں ایک دن کے لئے ربوہ لے کر جاتے تاکہ ہماری حضور انور سے ملاقات ہو سکے اور عملی طور پہ درخواست دعا کی اہمیت اور برکت کو سمجھ سکیں۔

آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں قصر خلافت ربوہ کے لئے جنیریٹر کا تحفہ پیش کیا اور از خود اس کو نصب کرنے کی سعادت پائی۔ جب حضرت مصلح موعودؓ پر قاتلانہ حملہ کے بعد ڈاکٹر صاحبان نے حضورؓ کا کامیاب آپریشن کے دوران اسی جنریٹر کو چلایا گیا۔ اس کے علاوہ والد صاحب مرحوم نے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر جابہ میں بھی جنریٹر لگانے کی سعادت پائی۔

اطاعت بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات پہ کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے تحریک جدید سے متعلق ارشاد پر عمل کرتے ہوئے ہمیشہ ایک سالن کھایا۔ محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ کو گوشت اور سبزیاں پسند تھیں، جبکہ محترم والد صاحب کی غذا بہت سادہ تھی اور دال پسند کرتے تھے۔ (البتہ کباب اور کوفتے بھی کھا لیتے تھے، بشرطیکہ وقفہ سے پکیں)۔ اگر کھانے کی میز پہ سبزی پہلے آ گئی اور آپ نے پلیٹ میں سبزی ڈال لی اور دال بعد میں آئی تو پھر سبزی ہی کھاتے تھے خواہ کم کھائیں، مگر دوسرا سالن نہیں لیتے تھے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ کو محترم والد صاحب مرحوم کی خوراک میں مناسب غذائیت کا بہت خیال رہتا تھا، اس لئے کھانے میں نئی نئی ترکیبیں ڈھونڈتی رہتی تھیں۔ محترم والد صاحب کو بھی ان کی اس کاوش کا علم تھا اور قدر کی نگاہ سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بیان فرمودہ حلال اور طیب کا فلسفہ بھی سمجھاتے تھے۔ ایک مرتبہ محترمہ والدہ صاحبہ نے مچھلی کے کباب بنائے لیکن محترم والد صاحب کو نہیں بتایا، تا اس بہانے آپ مچھلی کھا لیں۔ جب آپ نے کباب منہ میں ڈالا تو ذائقہ فرق لگنے کی وجہ پوچھی، والدہ صاحبہ نے بتا یا دیا۔ اس پر محترم والد صاحب نے صرف اتنا کہا ’’یہ تقویٰ کی باریک راہوں کے خلاف ہے‘‘ لیکن کباب پورا کھایا تا رزق کی ناشکری نہ ہو، نہ ہی والدہ صاحبہ کی دل شکنی۔ اس کے بعد محترمہ والدہ صاحبہ نے بغیر بتائے ان کی پسند سے ہٹ کر کچھ پیش نہیں کیا۔

توکل علی اللہ اور خوابوں پر ایمان

والد صاحب مرحوم مخفی شرک سے شدید نفرت کرتے تھے اور یہ سوچ ان کے ہر عمل سے عیاں تھی۔ ایک مرتبہ بنکاک میں تفریحی سفر کے دوران گائیڈ ایک مشہور مندر میں لے کر گیا جہاں مہاتما بدھ کا بڑا سا سونے کا بت

تھا اور پجاری احترام سے آکر بت کو سجدہ کر رہے تھے والد صاحب مرحوم یہ دیکھ کر یک لخت باہر تشریف لے گئے اور ساتھ موجود اہل خانہ کو بھی فوری باہر نکلنے اور درود شریف پڑھنے کی تاکید کی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ نظارہ آپکے لئے ناقابل برداشت تھا۔ بعد ازاں کافی دیر تک درود شریف پڑھتے رہے، کہا ”ہم پر اللہ تعالیٰ کا کتنا احسان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ واحد خدا کے وجود کا علم عطا ہوا اور ہمیں اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی“ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد۔

محترم والد صاحب مرحوم کا توکل علی اللہ بہت بلند پایہ کا تھا۔ یہ وصف آپکے قول وفعل سے عیاں تھا۔ تجارت میں اتار چڑھاؤ ایک معمول کی بات ہے۔ دن فراخی کے ہوں یا تنگی کے، والد صاحب کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ ہر سال آپ سب افراد خانہ کو لے کر جلسہ سالانہ پر ربوہ جاتے تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ گھر میں سفر خرچ کی رقم نہیں لیکن آپ محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ کو تاکید کر رہے ہیں کہ سفر کی تیاری کریں کیونکہ جلسہ سے ایک دن قبل ربوہ روانگی ہے۔ سبحان اللہ عین ایک دن قبل غیب سے اللہ تعالیٰ سفر خرچ بھجوا دیتا اور ہم ربوہ جا رہے ہوتے۔ صرف ایک سال آپ نے جلسہ سالانہ پر افراد خانہ کے بغیر سفر کیا کیونکہ خاکسار شدید بیمار تھی اور والدہ صاحبہ کے بغیر بچوں کا جانا ممکن نہ تھا۔

محترم والد صاحب کا توکل علی اللہ ہی تھا کہ ہر ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور ہی جھکتے اور انتہائی عاجزی اور رقت سے دعائیں مانگتے۔ محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتی تھیں کہ ایک دن محترم والد صاحب مرحوم اشراق کے نفل پڑھ رہے تھے۔ بھائی محترم مونس احمد چوہدری صاحب (جو اس وقت غالباً تین یا چار سال کے تھے) کا اس کمرے میں جانا ہوا جہاں محترم والد صاحب سجدے میں دعا مانگ رہے تھے۔ بھائی صاحب دوڑ کر محترمہ والدہ صاحبہ کے پاس آئے اور انہیں پریشانی کے عالم میں بتایا گیا کہ گویا کوئی ابی جان کو مار رہا ہے اور ابی جان بہت رو رہے ہیں۔ اسی طرح بھائی صاحب کا ہی کم عمری کا واقعہ ہے جب ایک رات آپ محترم والدین مرحومین کے کمرے میں سوئے۔ صبح اٹھ کر محترمہ والدہ صاحبہ سے کہا ”اب میں کبھی آپ کے کمرے میں نہیں سوؤں گا۔“ محترمہ والدہ صاحبہ نے وجہ پوچھی تو جواب دیا ”ابی جان تو ساری رات ہی نفل پڑھنے کے لئے اٹھتے رہتے ہیں اس لئے میں آرام سے نہیں سو سکتا۔“

آپ بچوں سے اکثر دعا کرواتے، نیز کہتے کہ بچے معصوم ہوتے ہیں اس لئے ان کی دعا بارگاہ ایزدی میں جلد مقبول ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ ہماری ہمشیرہ صاحبہ کا تین، چار سالہ بیٹا ان سے سوجی کا حلوہ کھانے کی ضد کر رہا تھا۔ ہمشیرہ صاحبہ نے کچھ دیر قبل ہی بچے کو ناشتہ کروایا تھا اس لئے اٹھ کر حلوہ بنانے سے انکار کر رہی تھیں۔ اتفاق سے محترم والد صاحب کمرے میں تشریف لائے۔ جب یہ نظارہ دیکھا تو ہمشیرہ صاحبہ کو فوری حلوہ بنا کر دینے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا ”بچے کا دل خوش کرو تا اللہ تعالیٰ بھی اپنے کرم سے آپ کی دعائیں قبول کرے۔“

ہم بچوں کو باقاعدگی سے دعا کرنے کی تلقین کرتے۔ ایسے ہی اکثر پوچھتے کہ کوئی خواب دیکھا ہو تو بتائیں۔ آپ کو خود بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سچے خواب آتے تھے۔ ہمارے بڑے بھائی محترم انیس احمد چوہدری صاحب بچپن میں بہت شرارتیں کرتے تھے۔ محترم والد صاحب کو اکثر اس بارے پہلے سے خواب آ جاتا تھا۔ بھائی صاحب اکثر کہتے، ”ابی جان سے تو بات چھپانا بہت مشکل ہے، اللہ میاں انھیں سب کچھ بتا دیتا ہے۔“ یہ سلسلہ بھائی صاحب کے بڑے ہونے پر بھی جاری رہا۔ آپ کو اپنی ملازمت یا کسی وجہ سے پریشانی ہوتی تو محترم والد صاحب کو فون کرتے۔ اگر محترم والد صاحب سے گفتگو معمول کے مطابق ہوتی تو کہتے کہ یہ پریشانی عارضی ہے اور کوئی فکر کی بات نہیں، کیونکہ ابی جان کو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی خواب نہیں دکھایا۔ ایسے ہی بعض اوقات پریشانی گھمبیر ہوتی تو محترم والد صاحب کو بتانے سے کتراتے کہ وہ فکر نہ کریں، لیکن انھیں محترم والد صاحب کا فون آ جاتا کہ ”آپ کے بارے میں اچھا خواب نہیں دیکھا، کیا معاملہ ہے؟“ اس طرح کے واقعات کا مشاہدہ دوسرے بچوں کے ساتھ بھی کئی مرتبہ ہوتا تھا۔

ہمارے بھائی محترم انس احمد چوہدری کی شہادت سے قبل محترم والد صاحب نے ایک خواب بہت تواتر سے دیکھا کہ گھر میں پانچ چارپائیاں ہی کافی ہیں۔ انھوں نے محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ کو (خواب کا بتائے بغیر) اکثر کہا کہ ایک چارپائی گھر کام کرنے والی ملازمہ کو دیدیں، جبکہ والدہ صاحبہ کی رائے تھی کہ گرمیوں میں باہر سونے کے وقت سہولت رہتی ہے، اس لئے رہنے دیا جائے۔ شہید کی وفات سے چند ہفتہ قبل جب محترمہ والدہ صاحبہ اجتماع پر ربوہ گئیں تو محترم والد صاحب مرحوم نے ایک چارپائی نکال دی۔ کچھ عرصہ بعد ہی پیارے بھائی انس احمد چوہدری صاحب کی شہادت ہوگئی اور محترم والد صاحب مرحوم کا خواب من وعن پورا ہوگیا۔ (اس شہادت سے مرحوم والدین کے حیات بچوں کی تعداد چھ سے پانچ ہوگئی۔)

تبلیغ کا جذبہ و شوق

حضرت مصلح موعودؓ کے زیر سایہ قادیان میں ایک فعّال خادم کی حیثیت سے تربیت کا شرف حاصل ہوا۔ قادیان کے گردو نواح میں باقاعدگی سے گرجاگھروں میں تبلیغ کی غرض سے جانے کے واقعات اکثر بیان کرتے تھے۔ تبلیغ کے لئے کسی خاص موقعہ کے محتاج نہ تھے۔ خواہ کاروبار کے سلسلہ میں یورپین تاجروں سے سنجیدہ گفتگو ہو رہی ہو یا گھر کے سودا کی خریداری کے لئے بازار میں ہوں، تبلیغ کا کوئی نہ کوئی موضوع نکال لیتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کا پسندیدہ موضوع زندہ خدا اور قبولیت دعا تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہومیوپیتھی کلاسز ایم ٹی اے پر شروع ہوئیں تو آپ انھیں بہت باقاعدگی سے سنتے تھے۔ اس کے بعد تو گویا انھوں نے تبلیغ کا ایک اور گر سیکھ لیا۔ کہیں بھی جانا ہوتا، کار میں ہومیوپیتھک دوائیں ضرور ساتھ رکھتے اور ضرورت پڑنے پر فوری دیتے۔ اسی طرح ان کا اکثر تنہائی میں دردبھری آواز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھنا بھی بہت اچھی طرح یاد ہے:

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

مالی قربانی

چندہ جات کی ادائیگی کا ہمارے گھر میں بہت اہتمام کیا جاتا تھا۔ محترم والد صاحب مرحوم اور محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ نے وصیت اوائل جوانی میں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس تربیت کا اثر تھا کہ اکثر بچوں نے بھی وصیت بچپن میں ہی کی (اب الحمد للہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی ہیں۔ اور اگلی نسل میں سے بھی اب تک نصف اس بابرکت نظام میں شامل ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین) چندہ کے بارے میں حتی الامکان کوشش ہوتی کہ وعدے کے ساتھ ہی سو فیصد ادائیگی ہو جائے۔ اس کے علاوہ جہاں تک ممکن ہوتا مالی سال کے اختتام پر جولائی کے شروع میں ربوہ تشریف لے جاتے اور اپنا و اہل خانہ کے وصیت کے حساب چیک کرواتے تا کسی کا بقایا نہ رہے۔ خاکسار کو کئی مرتبہ آپ کے ساتھ ان سفروں پر جانے کا اتفاق ہوا اور چندہ جات کی ادائیگی کے سلسلہ میں آپکے التزام کا مشاہدہ کیا۔ ایک واقعہ خصوصی طور پہ قابل ذکر ہے۔ ایک دفعہ دفتر وصیت میں حساب صاف کروانے کے بعد ہم محترم ناظم صاحب جائیداد کے دفتر میں تھے تو محترم والد صاحب نے ان سے کہا ”جب میری بیٹی میرا جنازہ لے کر آئے گی، اس وقت آپ نے جو فارم اس سے پر کروانے ہونگے، وہ کارروائی میرے سامنے ہی کروالیں تا جنازہ کے وقت اسے کوئی دقت نہ پیش آئے۔“ محترم ناظم صاحب (جو والد صاحب کے قادیان کے زمانے سے واقف تھے) سمجھے کہ شاید والد صاحب مذاق کر رہے ہیں، اس لئے مسکرا کر خاموش ہوگئے۔ والد صاحب کے اصرار پہ انھوں نے ورثاء سے پر کروایا جانے والا فارم آپ کو دے دیا۔ محترم والد صاحب نے خاکسار کو وہاں دفتر میں ہی تاکید کی کہ اسے غور سے پڑھوں اور اگر کوئی بات واضح نہیں تو پوچھ لوں۔ خاکسار نے فارم بخوبی سمجھ لیا۔ جب محترم والد صاحب کی وفات ہوئی تو فارم پہلے سے تیار تھا۔ الحمد للہ تمام متعلقہ کاغذات ربوہ جانے سے قبل محترم امیر صاحب جماعت دوبئی کی وساطت سے دفتر وصیت فیکس کروا دیئے گئے۔ ربوہ پہنچے تو دفتری کارروائی مکمل ہو چکی تھی۔ الحمد للہ علی کل احسانہ۔

1974ء کے حالات نے اکثر پاکستانی احمدی احباب کے روزگار پر منفی اثر ڈالا۔ یہی حال محترم والد صاحب کے کاروبار کا بھی ہوا۔ گھر کے اخراجات بھی متاثر ہو رہے تھے مگر آپ کو فکر تھا تو اپنے چندہ جات کی بروقت ادائیگی کا۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر متوقع طور پر کچھ آمد ہوئی تو آپ نے فوری ربوہ کا سفر اختیار کیا اور اپنا تمام چندہ ادا کر دیا۔ الحمد للہ۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور چندہ کی ادائیگی کے بارے میں بھی عرض کیا۔ حضور انور نے بہت خوشنودی کا اظہار کیا اور فرمایا ”یہ لوگ ہماری جماعت کے مزاج کو نہیں سمجھتے“۔

ابھی خاکسار نے ملازمت شروع نہ کی تھی جب آپ نے خاکسار کو سمجھایا کہ تعلیمی دور میں حاصل ہونے والے اپنے تمام طلائی و نقرئی تمغہ جات پر وصیت ادا کرنی چاہیے۔ خاکسار نے عرض کی کہ ”یہ تمغہ جات ان معنوں میں تو جائیداد نہیں ہیں کہ خاکسار انھیں فروخت کرے گی، اس کے علاوہ عین ممکن ہے کہ یہ تمغہ جات اصل سونا چاندی کے نہ ہوں بلکہ صرف پانی چڑھایا گیا ہو“ اس پر آپ نے کہا ”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ کو تو دینے والے نے طلائی یا نقرئی کہہ کر ہی یہ میڈل دیئے ہیں۔ اور زیادہ اہم بات تو یہ ہے کہ یہ عام زیورات نہیں۔ زیور تو جس کو توفیق ہو بازار سے خرید سکتا ہے مگر آپ کو تمغہ جات بورڈ اور یونیورسٹی میں اول آنے پر دیئے گئے ہیں، جو قابل فروخت نہیں ہوتے۔ اس لحاظ سے یہ زیور سے زیادہ قیمتی جائیداد ہے۔ اور وصیت ہر قسم کی جائیداد پر حاوی ہے۔“ خاکسار کو بات سمجھ آگئی۔ جب آپ نے خاکسار کا انشراح صدر دیکھا تو فوری ربوہ لے گئے، جہاں خاکسار نے حصہ جائیداد ادا کیا پھر آپ نے حصہ جائیداد کی ادائیگی کے سرٹیفکیٹ کی کارروائی مکمل کروائی۔ الحمد للہ۔

خاکسار جب آکسفورڈ سے پی ایچ ڈی کر کے واپس پاکستان آئی تو

محترم والد صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ارشاد موصول ہوا کہ جلسہ سالانہ ربوہ کے موقعہ پر حضور انورؒ ازراہ شفقت عاجز کو اسلامی اقدار کی شاندار حفاظت کرتے ہوئے آکسفورڈ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے پر خصوصی تمغہ درجہ اول عنایت فرمائیں گے۔ (یہ الفاظ میڈل پر کندہ ہیں) مقررہ دن سے ایک رات قبل محترم والد صاحب نے خاکسار سے پوچھا کہ خاکسار کے پاس اپنے وظیفہ سے چندہ جات اور تعلیمی اخراجات کی ادائیگی کے بعد بھی کچھ رقم بچی ہے یا نہیں۔ خاکسار نے عرض کی کہ رقم بچی ہے۔ اس پر محترم والد صاحب نے کہا "وظیفہ کا مقصد تعلیم تھا، سو پورا ہوا۔ اب بقایا سو فیصد رقم چندہ وصیت میں ادا ہونی چاہیئے ہے۔" اگلے دن (جب حضور انور سے انعامی تمغہ ملنا تھا) محترم والد صاحب خاکسار کو علی الصبح دفتر خزانہ صدر انجمن احمدیہ لے کر گئے اور تمام رقم چندہ وصیت حصہ آمد میں جمع کروائی۔ پھر وکالت مال ثانی کے دفتر لے جا کر وصیت کا حساب صاف ہونے کا سرٹیفیکیٹ بنوا کر دیا۔ تب جا کر آپ نے اطمینان کا سانس لیا اور خاکسار کو کہا "اب آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک وصیت کا وعدہ نبھا دیا ہے اس لئے صاف ضمیر کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیحؒ سے تمغہ وصول کر سکتی ہیں۔ سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم، اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد۔ کیا اعلیٰ سبق دیا چندہ جات کی ادائیگی میں تقویٰ کی اہمیت کا۔ اس موقع پہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ازراہ شفقت ایک تاریخ ساز فیصلہ ارشاد فرمایا، خاکسار کو (زنانہ) جلسہ گاہ میں میڈل پہنانے کے لئے محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ کا انتخاب کیا، جن کی تربیت کی وجہ سے خاکسار کو یہ نمونہ قائم کرنے کی توفیق ملی۔

خدمت خلق

محترم والد صاحب مرحوم کی طبیعت میں خدمت خلق کا جذبہ بہت نمایاں تھا۔ 1947ء میں پارٹیشن کے وقت آپ دہلی میں تھے۔ پاکستان پہنچنے کے اکثر راستے بند ہو چکے تھے۔ آپ بہت دلیری سے فوجی علاقے میں چلے گئے۔ وہاں انتہائی حکمت عملی کے ساتھ ایک جہاز چارٹر کیا اور جہاز بھر کے احمدی احباب کو بحفاظت پاکستان لے کر آئے۔ الحمدللہ۔ ضرورتمند کا کام اسی لگن اور جانفشانی سے کرتے جیسے اپنا ذاتی کام کرتے تھے۔ جب تک کام مکمل نہ ہو جاتا آپ کی کوشش اور توجہ میں فرق نہ پڑتا تھا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ ضرورتمند خواہ واقف ہو یا درخواست کسی کی وساطت سے آئی ہو، امیر ہو یا غریب، آپ کی مدد اور توجہ میں رتّی بھر بھی فرق نہ آتا تھا۔ کسی سے کی گئی مدد کا ذکر کم ہی گھر میں سنا۔ والدہ صاحبہ مرحومہ سے ذکر ہوتا ہو تو ہو، خاکسار کو اس کا علم نہیں۔ واللہ اعلم۔ ہومیوپیتھی دواؤں کی تقسیم کا ذکر تو اوپر آ چکا ہے۔ ضرورتمندوں کو نہ صرف دوا دیتے بلکہ باقاعدہ رابطہ رکھتے تا کہ مزید دوائیں بھی مہیا کر سکیں۔ مریض اگر غریب ہوتا تو دوا مع ضروری خوراک دیتے۔ اس کے علاوہ اگر از خود آپ کو کسی کی مشکل یا تکلیف کا علم ہوتا (خواہ ضرورتمند رجوع کرتا یا نہیں) آپ بلا تامل مدد کرتے۔ کہتے تھے کہ یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دیئے گئے علم اور رزق کی زکوٰۃ ہے۔

کسی کی بھی بچی کی شادی کا دعوت نامہ آتا تو ضرور دعا میں شریک ہوتے۔ کسی عزیز کی بیماری کا علم ہوتا تو عیادت کے لئے پھل یا پھول لے کر جاتے، خواہ بیمار احمدی ہو یا غیر احمدی۔ (1974ء کے بعد بھی غیر احمدی احباب کی عیادت میں کوئی فرق نہیں آیا۔) کسی احمدی کے جنازہ کا علم ہوتا تو شریک ہونے کی کوشش کرتے۔ اگر جنازہ موصی کا ہوتا تو حتی الامکان جنازہ کے ہمراہ ربوہ جاتے اور دفتری کارروائی میں مدد کرتے کہتے "ورثاء تو اس وقت غم سے نڈھال ہوتے ہیں، اس لئے ان کی مدد کے لئے حاضر ہونا خدمت خلق ہے۔" ربوہ جاتے تو ضرورتمند احباب کے لئے حسب توفیق سامان لے کر جاتے۔ جولائی کے آغاز میں ربوہ جانے کا ذکر (چندہ جات کے حساب کے سلسلہ میں) اوپر آ چکا ہے۔ ان سفروں میں آپ خاکسار سے مستحقین کے لئے تحفے اچھی طرح پیک کرواتے نیز سادہ لفافوں میں نقدی ڈلواتے۔ یہ سب کچھ مستحق محلہ جات میں (جہاں بجلی کی سہولت ہر گھر میں ایک یا دو بلب تک محدود تھی) مغرب کے بعد جا کر تقسیم کرتے تا کہ لینے والے آپ کو شناخت نہ کر سکیں اور کسی کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ تقسیم کرنے سے قبل صدر صاحب محلہ سے ضرور اجازت لیتے تا جماعتی انتظام میں مداخلت نہ ہو۔ ایک مرتبہ سامان زیادہ ہونے کی وجہ سے کار میں ہی ہم ایک گھر سے دوسرے گھر تقسیم کے لئے جا رہے تھے۔ گلی میں کھیلنے والے بچوں نے کار کو کچھ ایسی نظروں سے دیکھا کہ آپ فوری رک گئے۔ بچے ننگے پیر تھے اور پانی میں کھیلنے کی وجہ سے گندے بھی تھے۔ جس وقت خاکسار بچوں کے پیروں کی طرف دیکھ رہی تھی تو عین اسی لمحہ محترم والد صاحب مرحوم کی نظر بھی خاکسار پر پڑ گئی۔ آپ نے شاید ان نظروں میں انقباض کو محسوس کیا اس پر فوری طور پہ کار کا دروازہ کھولا اور بہت پیار سے ان بچوں کو کار میں بٹھایا اور خوب سیر کروائی۔ بعد ازاں خاکسار کو کہا "اللہ تعالیٰ کی نعمتیں محض اس کی عطا ہیں۔ ہم میں بھلا کیا خوبی ہے کہ ان پر فخر کریں۔" اور یوں بچوں کا دل خوش کرنے کے ساتھ ساتھ خاکسار کی تربیت بھی کر دی۔

گو کہ یہ بات خدمت خلق سے متعلق تو نہیں مگر ربوہ کے ضمن میں یہاں یہ بیان کرتی چلوں کہ جلسہ سالانہ پر ربوہ جاتے تو والدہ صاحبہ مرحومہ کو تلقین کرتے کہ کھانے کی اشیاء ربوہ سے خریدیں تا فائدہ ربوہ کے تاجروں کو پہنچے۔ ایسے ہی جب ہماری رہائش لاہور میں تھی اور ہم نے کپڑے خریدنے ہوتے تو تاکید کرتے کہ حتی الامکان بازار میں موجود ایک احمدی تاجر کی دوکان سے ہی خریدیں اگر کبھی ہم دوسری دوکانوں کی کم قیمت یا ورائٹی کے فرق کا ذکر کرتے تو کہتے "غیر احمدی بائیکاٹ کرنے کو تیار بیٹھے ہیں، ایسے میں احمدی بھی اعتراض شروع کر دیں تو انتہائی نامناسب بات ہے۔ کیا ہوا اگر احمدی تاجر نے چار پیسے زیادہ کما لئے۔"

وفا شعار خاوند

مرحومہ والدہ صاحبہ سے محترم والد صاحب مرحوم کا تعلق بہت وفا اور خلوص کا تھا۔ والدہ صاحبہ کو ہمیشہ آپ کہہ کر مخاطب کرتے۔ والدہ صاحبہ مرحومہ بیان کرتی تھیں کہ ان کے لباس و سنگھار کا شروع سے بہت خیال رکھا۔ شادی کے آغاز سے ہی ان کے کپڑے خود شوق سے خرید کر لاتے تھے۔ گھر میں ہم سب کا اچھا لباس زیب تن کرنے کو پسند کرتے تھے۔ اس بات کو ناپسند کرتے کہ گھر میں تو لباس کی طرف سے بے توجہی ہو اور باہر نکلتے وقت بناؤ سنگھار ہو۔

محترم والد صاحب کا سارا ددھیال غیر احمدی تھا اور ان میں سے اکثر گجرانوالہ میں رہتے تھے۔ ہم تینوں بہنوں کی پیدائش گجرانوالہ میں ہوئی اور ہمارے تینوں بھائی ملتان میں پیدا ہوئے۔ محترمہ والدہ صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ جب ان کی تیسری بیٹی کی پیدائش ہوئی تو والد صاحب مرحوم کے غیر احمدی رشتہ داروں نے کچھ طعن آمیز باتیں کی۔ محترمہ والدہ صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ محترم والد صاحب نے اس موقع پر ان کی بہت دلداری کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور جانتا ہے کہ انکے لئے کیا بہتر ہے۔ نیز یہ کہ وہ رشتہ داروں کی باتوں کی بالکل پرواہ نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا پر شکر ادا کریں۔

ہماری بڑی ہمشیرہ محترمہ امۃ القیوم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ بچوں کی کم سنی کے زمانے میں آپ اکثر والدہ صاحبہ کو اس خیال سے ناشتہ بنا کر دیتے کہ کیا معلوم رات کو صحیح طرح سو بھی سکی ہیں یا نہیں۔ اسی طرح بچوں کو تیار کرنے میں مدد دیتے۔ چار، پانچ سال کی عمر تک محترم والد صاحب کا بچوں کو غسل دینا تو خاکسار کو بھی بخوبی یاد ہے۔ آپ باری باری بچوں کو غسل دے کر، تولیہ میں لپیٹ کے، محترمہ والدہ صاحبہ کے حوالے کرتے جاتے اور والدہ صاحبہ بچوں کو کپڑے پہنا کر تیار کرتیں۔ کھانے میں کبھی نقص نہیں نکالا۔ والدہ صاحبہ مرحومہ بیان کرتی تھیں کہ جب ان کی شادی ہوئی تو کھانا پکانا بالکل نہ آتا تھا۔ اس وقت لکڑی جلا کر کھانا پکاتے تھے۔ محترمہ والدہ صاحبہ کو لکڑی کے دھواں سے تکلیف ہوتی اور پکانا مشکل لگتا تھا۔ گیس کے چولہے پہلی مرتبہ بازار میں آئے تو والد صاحب مرحوم نے فوری طور پر خریدے تا والدہ صاحبہ کو سہولت ہو سکے۔ آٹا گوندھنے کی مشین بھی اس وقت لے کر دی جب بالکل نئی نئی بازار میں آئی تھی۔ گھر کے کاموں میں شوق سے مدد کرتے اور ضرورت پڑنے پر بلا جھجک آٹا گوندھتے اور برتن دھوتے۔ والدہ صاحبہ مرحومہ کی سہولت کے لئے ہمیشہ گھر میں ملازمہ رکھوائی، خواہ حالات فراخی کے ہوں یا تنگی کے۔

پیارے بھائی انس احمد چوہدری صاحب کی شہادت کے بعد محترمہ والدہ صاحبہ کو شدید ایگزیمہ کی شکایت ہوگئی تھی بیماری تقریباً پندرہ سال چلی والد صاحب نے مستقل مزاجی سے علاج کروانے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ ایلوپیتھک، حکمت، ہومیوپیتھی غرضیکہ جہاں سے بھی اس بیماری کا علاج سنتے، فوری رجوع کرتے اور والدہ صاحبہ مرحومہ کو علاج کے لئے لے کر جاتے۔ جب محترمہ والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفا ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرتے اور بظاہر نہ ٹھیک ہونے والے مرض سے نجات پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تھے۔

چونکہ آپ نے اپنے اور غیروں کے بہت سے جنازوں میں شرکت کی تھی اس وجہ محترمہ والدہ صاحبہ کی وصیت کے حساب کا بہت خیال رکھا۔ آپ نے محترمہ والدہ صاحبہ کو سونے کی چوڑیاں اس وجہ سے بنوا کر دیں کہ اگر وفات پر بقایا ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے ان کی تجہیز و تدفین کے لئے بچوں کی محتاجی نہ ہو۔ اوران طلائی چوڑیوں پر حصہ جائیداد بھی ادا کر دیا۔ اسی طرح اپنی وفات سے قبل محترمہ والدہ صاحبہ کو ایک بڑی رقم دی۔ انھوں نے وجہ پوچھی تو کہا "ضرورت پڑنے پہ کام آ جائے گی۔" محترم والد صاحب کی کچھ عرصہ بعد ہی وفات ہوگئی۔ تب محترمہ والدہ صاحبہ کو سمجھ آیا کہ اپنی تجہیز وتکفین کے لئے بھی یہی پسند کیا کہ انھیں اور محترمہ والدہ صاحبہ کو بچوں کی محتاجی نہ ہو۔ والد صاحب مرحوم کام کے علاوہ گھر سے باہر رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ ہی ان کے دکھ سکھ کی شریک، دوست اور غمگسار تھیں۔

تربیت اولاد

پیارے مرحوم والدین نے اولاد کی دینی اور دنیاوی تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ بچپن سے ہی گھر میں باجماعت نمازوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ تہجد اور فجر کی نماز باجماعت ہوتی۔ اگر مغرب کی نماز کسی وجہ سے حلقہ کی مسجد میں ادا نہ کر رہے ہوتے تو پھر گھر میں نماز باجماعت ہوتی تھی بھائیوں کو تاکید تھی کہ

مغرب کی نماز حلقہ کی مسجد میں ادا کریں۔ اگر بھائی نماز کے لئے وقت پر مسجد نہ پہنچتے تو ناراض ہوتے، اس ناراضگی میں افسردگی کا پہلو نمایاں ہوتا۔

تہجد کے لئے والد صاحب مرحوم سب کو باقاعدگی سے اٹھاتے۔ اگر کوئی بچہ تہجد کے لئے نہ اٹھتا تو بہت افسردہ ہو جاتے۔ اس وقت غسل خانوں میں گرم پانی کی سہولت نہ تھی۔ آپ سردی کے دنوں میں علی الصبح اٹھ کر بڑے سے دیگچے میں پانی گرم کرنے کے بعد ہم بچوں کو اٹھانے آتے اور کہتے کہ ''پانی اچھا گرم ہے اب آپ آرام سے وضو کر سکتے ہیں، اس لئے اٹھ جائیں۔'' ہشیرہ محترمہ امۃ السبوح صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ انھوں نے بھائی محترم انیس احمد چوہدری صاحب کو تہجد کے لئے اٹھاتے وقت کہا ''اٹھو نماز نہیں پڑھنی؟'' والد صاحب مرحوم سن رہے تھے۔ اس طرز تخاطب کو ناپسند کرتے ہوئے کہا ''آرام سے اٹھائیں، طعنہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟'' تہجد کی نماز میں والد صاحب مرحوم کی رقت سے بھرپور دعائیں بالخصوص آل عمران کی آیت 194 (ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فامنا۔ ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفرعنا سیاٰتنا وتوفنا مع الابرار) اور الفرقان کی آیت 75 (ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما) ان کی پرسوز آواز میں آج بھی دعاؤں کی ترغیب دیتی ہے۔ اسی طرح آپ کا ''ایاك نعبد وایاك نستعین'' اور ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کو بار بار دہرانا بھی خوب یاد ہے تہجد اور بعد نماز فجر بلند آواز سے خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرتے۔ تلاوت سے متعلق ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ جب ہماری رہائش ملتان میں تھی تو ایک مرتبہ محترم والد صاحب مرحوم شاید شہر سے باہر تھے جب فجر کے وقت ایک نامعلوم شخص نے گھنٹی بجا کر پوچھا: ''جو بزرگ صبح تلاوت کرتے ہیں، ان کی خیریت پتہ کرنی ہے کیونکہ چند دنوں سے تلاوت کی آواز نہیں آ رہی۔'' پھر بتایا کہ وہ صبح کی سیر کے وقت نکلتے ہیں تو خاص طور پہ ہمارے گھر کی دیوار کے سائے میں کھڑے ہو کر دیر تک محترم والد صاحب مرحوم کی پرسوز تلاوت کو شوق سے سنتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

بچوں کی دنیاوی تعلیم کی بھی پوری نگرانی کرتے۔ اساتذہ کے ساتھ رابطہ رکھتے تا تعلیمی واخلاقی سرگرمیوں پر نظر رکھ سکیں۔ ہماری تعلیم میں اعلیٰ معیار برقرار رکھنے پر خصوصی توجہ رکھتے۔ بیٹیوں کی تعلیم کے ساتھ ان کے اسلامی پردہ کا خاص خیال رکھا۔ خاکسار کی دونوں بڑی ہشیرگان محترمہ امۃ القیوم صاحبہ اور محترمہ امۃ السبوح صاحبہ نے برقعہ کالج جانے سے قبل شروع کر لیا تھا جبکہ خاکسار نے کالج جانے کے چھ ماہ بعد شروع کیا۔ چھوٹی ہونے کی وجہ سے شاید والد صاحب نے اس تاخیر کو نوٹ نہیں کیا۔ اتفاق سے ایک دن بازار جاتے وقت دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور چادر لینے کی تاکید کی۔ خاکسار نے بچپنے میں ہچکچاہٹ ظاہر کی تو کہا ''اچھا پھر گھر بیٹھیں، بازار جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' غالباً عید کی شاپنگ کے لئے سب افراد خانہ جا رہے تھے (صحیح یاد نہیں) اور میرا بھی بازار جانے کو بہت دل چاہ رہا تھا۔ کیا کرتی، آخر چادر اوڑھنی پڑی۔ واپسی پر والدہ صاحبہ کو تاکید کی کہ مجھے برقعہ سی کر دیں اور آئندہ گھر سے باہر برقعہ کے بغیر میں نہ نکلوں۔ نامعلوم خاکسار کے لئے کیسے درد دل سے دعا کی ہو گی، پہلی مرتبہ ہی برقعہ پہنا تو انقباض جاتا رہا۔ الحمدللہ۔ اسلامی پردہ کا اہتمام صرف گھر سے باہر جانے تک محدود نہ تھا۔ گھر کے اندر بھی ہمارے مناسب لباس کا خیال رکھا جاتا تھا۔ ہمیشہ لباس فاخرہ پہننے کی تلقین کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خاکسار نے ایک ڈیزائن کی پوری آستینوں والی قمیض پہنی جو کہنی سے اوپر ڈھیلی اور کہنی کے نیچے سے چست تھی۔ آپ نے اسے ناپسند کیا اور کہا ''احمدی بچیوں کو ایسا لباس زیب نہیں دیتا۔'' خاکسار نے فوری قمیض تبدیل کر لی اور آئندہ کبھی چست لباس نہیں پہنا۔ الحمدللہ۔

محترم والد صاحب مرحوم نے زندگی تقویٰ کی باریک راہوں پر چلتے ہوئے گزاری اور ہم بچوں کو بھی ہمیشہ یہی سکھایا۔ بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ہماری ہشیرہ نے عید کے موقعہ پر کسی دکان پر چیک کرنے کے بہانے ناخنوں پر نیل پالش لگا لی اور گھر آ کر بہت فخر سے اپنی ہوشیاری کا قصہ سنایا۔ والد صاحب نے سنا تو ناپسند کیا اور ہشیرہ کو فوری تاکید کی کہ وہ اس نیل پالش کو خرید کر لائیں۔ ایسے ہی ایک مرتبہ (سکول کے زمانے میں) ایک ہشیرہ کو اپنی سہیلی کا خط آیا جس پر ڈاکخانے کی مہر تو تھی مگر ٹکٹ بالکل صاف رہ گیا تھا۔ ہشیرہ نے بچپنے میں خوش ہو کر کہا ''چلو اب یہ ٹکٹ دوبارہ استعمال ہو جائے گا''۔ والد صاحب نے سنا تو اسی وقت ٹکٹ لے کر پھاڑ دیا اور کہا ''اس ٹکٹ نے اپنا کام کر دیا ہے، اس لئے یہ دوبارہ استعمال نہیں ہو سکتا۔'' اسی طرح ایک دفعہ ایک بچے نے پڑھائی ختم ہونے کے بعد بھی ریلوے ٹرین پر سٹوڈنٹ کنسیشن کے ساتھ سفر کیا۔ والد صاحب مرحوم کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے فوری ریلوے اسٹیشن جا کر ایک پوری قیمت کا ٹکٹ خرید کر پھاڑ دیا تا ریلوے انتظامیہ کے نقصان کی تلافی ہو سکے۔ اس طرح ہمیں عملی طور پہ دیانت داری کا درس دیتے تھے۔

محترم والد صاحب مرحوم نے بچوں کو ہمیشہ 'آپ' کہہ کر مخاطب کیا۔ خصوصاً جب بچے بڑے ہو گئے تو بہت عزت سے نام لیتے اور بلاوجہ روک ٹوک نہ کرتے تھے۔ بچوں کو ہمیشہ اتفاق سے رہنے کی تعلیم دی۔ اس امر کا اکثر ذکر کرتے کہ والدین کی وفات کے بعد اولاد میں نااتفاقی کی بڑی وجہ ورثہ اور ترکہ کی تقسیم ہوتی ہے۔ اس مسئلہ کے پیشگی سدّباب کے لئے آپ نے بہت دعا اور محنت کی۔ گھر میں اپنے اس فکر کا متعدد بار ذکر بھی کیا۔ خاکسار کو چند مرتبہ محترم والد صاحب کے ساتھ جماعت کے مشہور وکلاء سے قانونی مشورہ کے سلسلہ میں ساتھ جانے کا موقعہ ملا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ محترم والد صاحب نے وفات سے چند سال قبل، اپنی وصیت کی مکمل ادائیگی کے بعد، تمام جائیداد بچوں میں قانونی طور پر تقسیم کر دی۔ اور موصی بچوں سے ترکہ پر وصیت کی ادائیگی بھی کروائی۔ وفات کے وقت آپ کے نام یا آپ کی ملکیت میں کچھ بھی نہ تھا، اس لئے ترکہ اور تقسیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہم بہن بھائیوں کو پیار محبت کے ساتھ، اتفاق سے رہنے کی توفیق دے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین ثم آمین۔

محترمہ والدہ صاحبہ بچوں کو محترم والد صاحب کی اطاعت والدین کی مثال دیتی تھیں۔ بیان کرتی تھیں کہ انھوں نے کبھی محترم والد صاحب کو اپنی والدہ صاحبہ سے اونچی آواز سے بات کرنا تو کجا، کبھی آگے سے جواب دیتے بھی نہیں دیکھا۔ (محترم دادا جان کی وفات ان کی شادی سے پہلے ہو چکی تھی) محترمہ دادی جان صاحبہ خواہ کسی کی غلط بیانی کی وجہ سے ہی محترم والد صاحب پر ناراض ہو رہی ہوں، آپ خاموشی سے، احترام کے ساتھ سر جھکا کے بات سنتے اور اپنے دفاع میں کچھ نہ کہتے۔ حقیقی معنوں میں آپ نے اپنی والدہ صاحبہ کے آگے کبھی 'اف' تک نہیں کیا۔

راضی برضا زندگی اور خاتمہ بالخیر

آپ نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا پہ مکمل راضی ہوتے ہوئے گزاری۔ انتہائی آزمائش کے اوقات میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہی سنا۔ اگر کسی کی بات میں ناشکری کا شائبہ بھی محسوس کرتے تو سمجھاتے اور منع کرتے۔ آپ نے بہت فعّال زندگی گزاری۔ اپنی عمر کے آخری دو سال بستر پہ بہت صبر اور شکر کے ساتھ گزارے۔ کبھی ان کی زبان سے شکوہ کا لفظ نہیں سنا۔ ایک مرتبہ خاکسار نے کسی موضوع پہ بات کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کرے جب ہماری وفات کا وقت آئے تو وہ ہم سے راضی ہو اور ہم اس سے راضی ہوں۔ اس پر آپ نے بے ساختہ کہا ''میں تو اس سے راضی ہوں، بس وہ مجھ سے راضی ہو جائے۔''

اپنے ایک خواب کا بہت ذکر کرتے تھے جس میں آپ نے اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''دو ڈھائی سال گذر ہی گئے، کیسے گذرے پتہ نہیں۔'' آپ کی زندگی میں یہ خواب کئی دفعہ پورا ہوا۔ آخری بیماری بھی دو ڈھائی سال چلی۔ آپ کی وفات سے چند ہفتہ قبل محترمہ والدہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ ''محترم دادا جان مرحوم تشریف لائے ہیں اور محترم والد صاحب ان کے ساتھ، شفاف سفید لباس زیب تن کئے صحت مندی کے ساتھ چل کر جا رہے ہیں۔''

محترم والد صاحب مرحوم کی وفات دوبئی میں 5 فروری بروز بدھ ہوئی۔ آگے جمعرات، جمعہ کی ہفتہ وار تعطیل کے ساتھ ہی عید کی تعطیلات شروع تھیں جس وجہ سے سرکاری دفاتر بند تھے۔ جنازہ کے لئے جلد کلیئرنس اور پاکستان کا ٹکٹ ملنا ناممکن نظر آتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد نے ہمیشہ کی طرح محترم والد صاحب مرحوم کے سارے کام کئے۔ تین دن کے اندر اندر تمام مراحل طے ہو چکے تھے۔ ہفتہ 8 فروری کو دوبئی میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد سب بہن بھائی مع (دوبئی میں موجود) تمام اہل خانہ لاہور پہنچ گئے۔ لاہور پہنچتے ہی محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ کے ارشاد پر خاکسار نے اس وقت کے ناظر اعلیٰ و امیر مقامی حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ) کو فون پر محترم والد صاحب مرحوم کے جنازے کی اطلاع کی۔ 9 فروری بروز اتوار رات گئے ہم ربوہ پہنچے۔ دارالضیافت کے منتظمین کو جنازہ کی آمد کی اطلاع تھی اور ہمارا انتظار ہو رہا تھا۔ سوموار 10 فروری علی الصبح دفتر وصیت حساب چیک کرنے کے لئے پہنچے تو معلوم ہوا کہ مطلوبہ کارروائی نہ صرف مکمل تھی بلکہ تمام دفاتر میں ہدایت جا چکی تھی کہ محترم والد صاحب مرحوم کی نماز جنازہ صبح 10 بجے ہو گی اور اس وقت دفاتر بند ہوں گے تا احباب نماز جنازہ میں شامل ہو سکیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ محترم والد صاحب مرحوم کی نماز جنازہ محترم ناظر صاحب اصلاح و ارشاد مقامی نے احاطہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہونے پر محترم وکیل اعلیٰ صاحب تحریک جدید نے دعا کروائی۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ والدین مرحومین کو اپنے پیار و مغفرت کی جنت میں جگہ دے۔ درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ ہمیں اور اگلی نسل کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق دے، ایمان وایقان میں برکت ڈالے، خلافت سے وابستگی میں بڑھائے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

ربّ ارحمھما کما ربّیانی صغیرا (بنی اسرائیل آیت 25)

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

☆...☆...☆

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربارِ خلافت

مخالف ہوں۔) فرمایا کہ ”ہمارا اصول تو یہ ہے کہ ہر ایک سے نیکی کرو۔ جو دنیا میں کسی سے نیکی نہیں کر سکتا وہ آخرت میں کیا اجر لے گا۔ اس لئے سب کے لئے نیک اندیش ہونا چاہئے۔ ہاں مذہبی امور میں اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ جس طرح پر طبیب ہر مریض کی خواہ ہندو ہو یا عیسائی یا کوئی ہو سب کی تشخیص اور علاج کرتا ہے۔ اسی طرح پر نیکی کرنے میں عام اصولوں کو مدّ نظر رکھنا چاہئے۔“ فرمایا ”اگر کوئی یہ کہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کفّار کو قتل کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی شرارتوں اور ایذارسانیوں سے بسبب بلاوجہ قتل کرنے مسلمانوں کے مجرم ہو چکے تھے۔“ (مسلمانوں کو قتل کرتے تھے۔ ان پر ظلم کرتے تھے۔ ان کی سزا کے طور پر ان کو سزا دی گئی) ”ان کو جو سزا ملی مجرم ہونے کی حیثیت سے تھی۔ (اس لئے نہیں تھی کہ انہوں نے انکار کیا۔)“ محض انکار اگر سادگی سے ہو اور اس کے ساتھ شرارت اور ایذارسانی نہ ہو تو وہ اس دنیا میں عذاب کا موجب نہیں ہوتا۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 319-320۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

نیکی کے دائرے کو کس قدر وسیع کرنا چاہئے؟ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ: ”یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے۔ میں آجکل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور۔ مَیں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں بعض اس قسم کے خیالات بھی رکھتے ہیں کہ اگر ایک شِیرے کے مٹکے میں ہاتھ ڈالا جاوے اور پھر اس کو تِلوں میں ڈال کر تِل لگائے جاویں تو جس قدر تل اس کو لگ جاویں اس قدر دھوکہ اور فریب دوسرے لوگوں کو دے سکتے ہیں۔“ (یہ بعض غیر احمدیوں کے نظریے ہیں کہ شیرا یا شہد کوئی میٹھی چیز لیں۔ ہاتھ ڈالو باہر نکالو باہر نکال کے تلوں کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالو اور جتنے تل ہاتھ کے ساتھ لگ جائیں اتنا تم دھوکہ دے سکتے ہو۔ اتنا دھوکہ دینا جائز ہے۔ اتنے لوگوں کے حقوق غصب کرنا جائز ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب چیزیں انتہائی گناہ ہیں۔ یہ بالکل جائز نہیں)۔ فرمایا کہ ”ان کی ایسی بیہودہ اور خیالی باتوں نے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے اور ان کو قریباً وحشی اور درندہ بنا دیا ہے۔“ (یہی آجکل مسلمانوں کی حالت ہے۔) ”مگر مَیں تمہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہرگز ہرگز اپنی ہمدردی کے دائرے کو محدود نہ کرو اور ہمدردی کے لئے اُس تعلیم کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ یعنی اِنَّ اللّٰہَ یَأۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآءِ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل: 91) یعنی اوّل نیکی کرنے میں تم عدل کو ملحوظ رکھو۔ جو شخص تم سے نیکی کرے تم بھی اس کے ساتھ نیکی کرو۔ اور پھر دوسرا درجہ یہ ہے کہ تم اس سے بھی بڑھ کر اس سے سلوک کرو۔ یہ احسان ہے۔ احسان کا درجہ اگرچہ عدل سے بڑھا ہوا ہے اور یہ بڑی بھاری نیکی ہے لیکن کبھی نہ کبھی ممکن ہے احسان والا اپنا احسان جتلاوے۔ مگر ان سب سے بڑھ کر ایک درجہ ہے کہ انسان ایسے طور پر نیکی کرے جو محبتِ ذاتی کے رنگ میں ہو جس میں احسان نمائی کا بھی کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے۔ جیسے ماں اپنے بچّہ کی پرورش کرتی ہے۔ وہ اس پرورش میں کسی اجر اور صلہ کی خواستگار نہیں ہوتی بلکہ ایک طبعی جوش ہوتا ہے جو بچے کے لئے اپنے سارے سکھ اور آرام قربان کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دے دے کہ تُو اپنے بچّہ کو دودھ مت پلا اور اگر ایسا کرنے سے بچہ ضائع بھی ہو جاوے تو اس کو کوئی سزا نہیں ہو گی۔ تو کیا ماں ایسا حکم سن کر خوش ہو گی؟ اور اس کی تعمیل کرے گی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو اپنے دل میں ایسے بادشاہ کو کوسے گی کہ کیوں اس نے ایسا حکم دیا۔ پس اس طریق پر نیکی ہو کہ اسے طبعی مرتبہ تک پہنچایا جاوے کیونکہ جب کوئی شئے ترقی کرتے کرتے اپنے طبعی کمال تک پہنچ جاتی ہے اُس وقت وہ کامل ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 282-283۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس نیکیاں ایسی ہوں کہ دل سے ہر وقت نیکیوں کا خیال آتا رہے۔ آپ نے فرمایا کہ ”طبعی جوش سے نوع انسان کی ہمدردی کا نام ایتاءِ ذی القربیٰ ہے اور اس ترتیب سے خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ اگر تم پورا نیک بننا چاہتے ہو تو اپنی نیکی کو ایتاءِ ذی القربیٰ۔ یعنی طبعی درجہ تک پہنچاؤ۔ جب تک کوئی شئے ترقی کرتی کرتی اپنے اس طبعی مرکز تک نہیں پہنچتی تب تک وہ کمال کا درجہ حاصل نہیں کرتی۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 283 حاشیہ۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

فرمایا کہ ”یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ نیکی کو بہت پسند کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق سے ہمدردی کی جاوے۔ اگر وہ بدی کو پسند کرتا تو بدی کی تاکید کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی شان اس سے پاک ہے۔ (سبحانہ تعالیٰ شانہ۔)“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 284۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ نیکیوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بجالانے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ کا جو مطمح نظر، جو ٹارگٹ ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے اسے ہم حاصل کرنے والے ہوں۔

(خطبہ جمعہ 27/ اکتوبر 2017ء)

یتیم کی کفالت ایک اہم فرض

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت سے خدمت خلق کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ حضرت میر محمد اسحقؓ صاحب یتامی کی پرورش اور خبر گیری کیلئے اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ یتامیٰ کے کھانے کیلئے ہوسٹل میں آٹا ختم ہو گیا۔ حضرت میر محمد اسحقؓ صاحب نے تو فوری طور پر باوجود شدید علالت کے تانگہ منگوایا اور مخیر دوستوں کو تحریک کر کے آٹا کا بندوبست کیا۔

اس کے بعد خلفاء احمدیت کی ہدایات اور راہنمائی میں یہ نظام چلتا رہا حتیٰ کہ مارچ 1989ء میں صد سالہ جوبلی کے مبارک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے باقاعدہ طور پر کفالت یکصد یتامیٰ کے نام سے اس تحریک کا اجراء فرمایا اور فرمایا کہ اس مبارک اور تاریخی موقع پر شکرانہ کے طور پر جماعت احمدیہ ایک سو یتامیٰ کی کفالت کا ذمہ اٹھانے کا عہد کرتی ہے۔ چنانچہ یتامیٰ کی خدمات کے سائے بڑھتے بڑھتے آج قریباً پانچصد فیمیلز کے 2 ہزار 7 صد یتامیٰ زیر کفالت ہیں۔

یتامیٰ کی کفالت اور پرورش میں 1۔ خورونوش 2۔ تعلیمی اخراجات 3۔ بچیوں کی شادی کے اخراجات 4۔ علاج معالجہ اور مکان کی تعمیر و مرمت اور کرایہ کے اخراجات شامل ہیں۔ جس پر کل بیس لاکھ روپے ماہوار اخراجات ہو رہے ہیں اور آمد انتہائی کم ہے۔ اس کے باعث دفتر ہذا کو مالی مشکلات کا سامنا ہے۔ ایک یتیم کی کفالت پر ایک ہزار تا تین ہزار روپے ماہوار اخراجات ہوتے ہیں۔

تمام احباب جماعت سے عموماً اور مخیر حضرات مخلصین سے خصوصاً التماس ہے کہ اس مبارک تحریک میں بڑھ چڑھ کر شرکت فرما کر ممنون فرمائیں اور ہمارے پیارے آقاؐ کی اس پیاری حدیث کا مصداق بنیں۔ جس میں آپؐ فرماتے ہیں۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح دو انگلیاں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی بہترین توفیق دے۔ آمین

(سیکرٹری کمیٹی کفالت یکصد یتامیٰ دارالضیافت ربوہ)

26/ اگست 2020ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:44	18:42
مدینہ منورہ	04:40	18:46
قادیان	04:35	19:00
ربوہ	04:15	18:39
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:38	20:01